OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

عورت کی مذہبی شناخت اور کردار سے متعلق فکرِ اقبال کا مطالعہ

(A Study of *Iqbāl's* thought on the Religious Identity and Role of Women)

Dr. Rukhsana Bibi
Post-Doctoral Researcher, University of Oxford, UK/ Assistant Professor of Urdu, GC Women University, Faisalabad
Dr. Shazia Umbrin
Assistant Professor of Urdu, Bahaudin Zakariya University, Multan

Abstract

This article presents a study of the thoughts of *Allāma Muhammad Iqbāl* (1877-1938), a great Muslim writer, poet and philosopher of South Asia, on the religious identity and role of women. The study reveals that *Iqbāl's* poetry is full of Eastern and Islamic traditions. In the case of women too, all of *Iqbāl's* ideas are based on Eastern and Islamic traditions. He seems to say the same thing about women, which is taught by Islam. He has repeatedly mentioned women in his poetry in different ways: he mentions woman with great respect and reverence; he mentions her sometimes in the form of mother and sometimes in the form of friend; sometimes he praises her perseverance and courage and sometimes pays special attention to her education and training. According to *Iqbāl*, a woman with eastern and Islamic traditions is the representative of high social values, high morals and religious traditions. He forbids Muslim women from following Western women. He wants to see her follow the great Muslim women of the past. He wants the character of today's Muslim woman to be like that of *Hazrat Fātima*, so that great characters like *Hussain* are born from her womb.

Key Words: *Iqbāl*, thought, woman, Islam

CC BY

تمہید

شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال(1877ء-1938ء) کی فکر میں جہاں اور بہت سے موضوعات ملتے ہیں، وہاں عورتوں کی حیثیت، شناخت اور کردار سے متعلق بھی متعدد چیزیں ملتی ہیں۔ عورتوں کے حوالے سے فکرِ اقبال پر جو بحثیں ہوتی آرہی ہیں، اس میں ایک اہم بحث یا اعتراض یہ ہے کہ وہ عورت کو جدید معاشرے میں اس کا صحیح مقام دینے کے حامی نہیں ہیں؛ اس ضمن میں انھوں نے تنگ نظری اور تعصب سے کام لیا اور آزادی نسواں کی مخالفت کی ہے۔ اس مقالے میں اسی بحث کے تناظر میں علامہ اقبال کی شعری اور نثری تخلیقات کی روشنی میں یہ جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ ان کے نزدیک عورت کا کیا مقام و مرتبہ ہے؟ کیا وہ عورت کے حوالے سے تعصب و تنگ نظری کا شکار ہیں یا اس کی آزادی اور عالی مرتبے کے قائل ہیں؟ اس ضمن میں ہم نے مقالے میں یہ اسلوب اختیار کیا ہے کہ عورت سے متعلق فکرِ اقبال کا پس منظر بیان کرتے ہوئے اقبال کے کام میں مختلف مقامات پر بکھرے نظریات کو متعدد موزوں ذیلی عنوانات کے تحت پیش کیا ہے کہ مختلف تناظر میں اقبال نے عورت کو کس کس حیثیت سے دیکھا، اس سے کیا توقع باندھی اور معاشرے کو اس کے حوالے سے کیسا رویہ اختیار کرنے کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی ہے؟ آخر میں ان تمام نکات سے سامنے آنے والا نتیجہ مرتب کیا گیا ہے۔

عورت سے متعلق اقبال کے افکار کا پس منظر

اقبال نے جس دور میں آنکھیں کھولیں وہ انتشار کا دور تھا۔ مغلیہ سلطنت ختم ہو چکی تھی اور مغربیت مشرقیت پر حاوی ہو رہی تھی؛ ایک ایسی تہذیب وجود میں آرہی تھی جس میں اخلاقی قدریں پاش پاش ہو رہی تھی۔ اس حوالے سے اگر اس زمانے کے ہندوستانی شعرا اور ادیبوں پر نظر ڈالیں تو نظر آتا تھا کہ انھوں نے اپنا سارا زور عورتوں پر صرف کر دیا تھا اور ادب اور شاعری میں عورتوں کے خدوخال کو اجاگر کرنے کی ایک نئی بنیاد قائم کر رہے تھے۔ اس تناظر میں اقبال جیسا حساس شاعر کہہ اٹھا:

ہند کے شاعر و صورت گرو افسانہ نویس
آہ! بیچاروں کے اعصاب پر عورت ہے سوار.

اور دوسری طرف مغربی تہذیب میں مختلف خوشنما عنوانات کے تحت عورت کی نسوانیت کو پامال کیا جا رہا تھا، چنانچہ اقبال نے اس تہذیب میں عورت کی نسوانیت کی اس پامالی کو بھی بھرپور انداز سے ہدفِ تنقید بنایا اور واضح کیا کہ زن کو نازن بننے سے بچانا ہو گا اور اس میں اعلیٰ اخلاقی و اسلامی اقدار کی آبیاری کرنی ہو گی:

تہذیب فرنگی ہے اگر مرگ امومت
ہے حضرت انسان کے لیے اس کا ثمر موت
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسہ زن
ہے عشق و محبت کے لیے علم و ہنر موت

اس تناظر اور پس منظر کو سامنے رکھیں تو عورت کی شناخت اور کردار کے حوالے سے اقبال کی فکر سے متعلق ہم درست نتیجے پر

پہنچنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اب فکر اقبال میں عورت کے حوالے سے چند اہم مقامات کا مطالعہ مناسب ذیلی عنوانات کے تحت پیش کیا جاتا ہے۔

عورت کو اسلام کے دیے ہوئے مقام کی تلاش

اقبال کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ایک انسان تھے اور عورت کو بھی ایک انسان کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان کے ہاں عورت اگر اپنے آپ کی حفاظت کرے تو وہ اس دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دے گی اور اگر وہ اپنی عزت کی نگہبانی نہ کرے تو وہ ایک فتنہ تصور ہو گی اور کائنات کے نظام میں بگاڑ کا باعث ہو گی۔ اقبال اپنی شاعری میں عورت کے اس مقام کے متلاشی ہیں جو اس کو اسلام نے بخشا۔ اقبال عورت کے اندر اس مخفی کائنات کی خواہش ظاہر کرتے ہیں جو اس کو ربِ ذوالجلال نے عطا کی۔ انھوں نے اپنی شاعری میں عورت کی مثالی زندگی کو پیش کیا ہے اور اس کے اُن فرائض کی جانب توجہ مبذول کرائی ہے، جو اس کو اپنی ظاہری زندگی میں سرانجام دینے چاہییں۔ بانگِ درا میں "ماں کا خواب" ایک ایسی نظم ہے جو ماں کے خواب پر مشتمل ہے۔ ماں کا بچہ فوت ہو جاتا ہے اور اُس کو کسی بھی جگہ چین اور آرام میسر نہیں آتا؛ وہ مسلسل اس کے غم میں آہ زاری کرتی دکھائی دیتی ہے؛ وہ رات کو خواب میں کچھ بچوں کو ہاتھوں میں چراغ لیے دیکھتی ہے، جو ایک قطار میں چل رہے ہوتے ہیں، جن کی منزل کا کوئی پتہ نہیں۔ اُس قطار میں اس کو اپنا بچہ دکھائی دیتا ہے اور پھر اچانک اس کی آنکھ کھل جاتی ہے اور اس کی ممتا بے چین ہو جاتی ہے۔ یہ عورت اپنے بچے کی یاد کو سہارا بنا لیتی ہے اور سنگلاخ راہوں سے گزر جاتی ہے:

میں سوئی جو ایک شب تو دیکھا یہ خواب
بڑھا اور جس سے میرا اضطراب
یہ دیکھا کہ میں جا رہی ہوں کہیں
اندھیرا ہے اور راہ ملتی نہیں
لرزتا تھا ڈر سے مرا بال بال
قدم کا تھا دہشت سے اٹھنا محال
جدائی میں رہتی ہوں میں بے قرار
پروتی ہوں ہر روز اشکوں کے ہار[1]

رنگینی کائنات کا مرکز و محور

اقبال عورت کی ان خوبیوں کے معترف ہیں جو اس کو ربِ ذوالجلال نے عطا کی ہیں۔ بانگِ درا کی ایک اور چھوٹی سی نظم "سلیمی" جو صرف پانچ اشعار پر مشتمل ہے، اس میں گوناگوں خوبیاں نظر آتی ہیں۔ اس نظم کا مرکزی کردار "سلیمی" ہے۔ اس کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ اقبال کی محبوبہ ہے، یا صرف پسندیدہ خاتون۔ کائنات کی تمام خوبیوں اور صفات کا مظہر اس کی آنکھوں کو قرار دیتے ہیں اور اس کی آنکھوں پر فدا ہو جانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اقبال دنیا کی تمام رنگینی کا مرکز و محور اس کی آنکھوں کو قرار دیتے ہیں۔ شاعر کو وہ تمام خوبیاں اس میں نظر آئیں جو ایک عورت میں ہونی چاہیں ان خوبیوں کی بنیاد پر

[1] علامہ محمد اقبال، بانگِ درا، "ماں کا خواب"۔

عورت اس دنیا کو محبت اور امن کا گہوارا بنا سکتی ہے۔ دنیا کی ہر چیز اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ کوئی ایسی ذات موجود ہے جو اس کائنات کے نظام کو چلا رہی ہے۔ سلیمی کی آنکھیں اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ کسی طرف نہ دیکھو میری آنکھوں کی گہرائی میں وہ ساری لذت موجود ہے جو اُس قادر مطلق کو دیکھنے سے ملتی ہے:

صحرا کو ہے بسایا جس نے سکوت بن کر
ہنگامہ جس کے دم سے کاشانہ چمن میں
ہر شے میں ہے نمایاں یوں تو جمال اس کا
آنکھوں میں ہے سلیمی تیری کمال اس کا[2]

ایک اور مقام پر کہا ہے:

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشتِ خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اسی درج کا درِ مکنوں[3]

عورت کی جانبازی و بہادری

بانگِ درا کی ایک اور نظم "فاطمہ بنتِ عبد اللہ" اس میں ایسی بہادر اور جانباز لڑکی کو موضوع بنا کر شاعری میں پرو دیا ہے جو اپنے کردار کی وجہ سے رہتی دنیا تک اپنی مثال آپ ہے۔ اس نظم میں فلسطینی لڑکی جس نے اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر جنگ کے غازیوں کو پانی پلاتے پلاتے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا اور بہادری کی ایسی داستان رقم کر دی جس کو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔ اقبال کے مطابق زندگی عمل سے بنتی ہے جب کہ بے عمل زندگی موت ہے۔ اقبال نے عمل کو عشق سے تعبیر کیا ہے، جس میں وحشت، دیوانگی اور جہدِ مسلسل کی جانب زور دیتے ہیں۔ "فاطمہ بنتِ عبد اللہ" میں آپ نے عورت کے کردار کو ملتِ اسلامیہ کی عورتوں کے لیے ایک نمونہ قرار دیا ہے، جو تلوار تو نہیں اُٹھا سکی مگر اس نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر شہادت کا رتبہ حاصل کیا۔ اقبال اس کو امتِ مرحوم کی ایسی سپہ سلار قرار دیتے ہیں، جس کے خون کے ایک ایک قطرے سے نئی قوم جنم لے رہی ہے جو اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر کے دم لے گی:

فاطمہ! تو آبروئے امتِ مرحوم ہے
ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت حورِ صحرائی تری قسمت میں تھی
غازیانِ دیں کی سقائی تری قسمت میں تھی
یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر

---

[2] اقبال، بانگِ درا، "سلیمی"
[3] علامہ محمد اقبال، ضربِ کلیم، "عورت"۔

ہے جسارت آفریں شوق شہادت کس قدر
یہ کلی بھی اس گلستان خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی[4]

حوریانِ فرنگی دل و نظر کا حجاب

اقبال ظاہری خوب صورتی کو عارضی قرار دیتے ہیں بالِ جبرئیل کی نظم "حوریانِ فرنگی" میں امتِ مسلمہ کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ یورپ کی خواتین دیکھ کر آپ کے دل کیوں دہل جاتے ہیں؟ یہ جنت نظیر وادیاں سب عارضی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے جلوے اس روشنی کی مانند ہیں جو چمک کر غائب ہو جاتی ہے اور انسان اسی کے سہارے رستہ تلاشتا رہ جاتا ہے، ان میں پایداری نام کو نہیں۔ تصنع اور بناوٹ دیکھا جائے تو ان حسین عورتوں اور یورپی ممالک کا بنیادی جوہر ہے۔ ان میں جو جاذبیت ہے وہ بھی تصنع کی حامل ہے۔ اقبال مردِ مسلمان سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتے ہیں کہ دنیا میں جتنی خوب صورت اور بظاہر کارآمد چیزیں ہیں وہ تیرا مقصود نہیں، بلکہ راہِ حق میں رکاوٹ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان خوب صورت چیزوں سے گریز کرتے ہوئے سنجیدگی کے ساتھ صراطِ مستقیم کی جانب اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرتے ہوئے اس دنیا کو امن کا گہوارا بنانے میں اپنا کردار ادا کر۔ انھوں نے اس نظم میں علمائے شریعت اور پیرانِ طریقت کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور ان کو درگاہوں اور خانقاہوں سے باہر نکل کر عملی زندگی گزارنے کی تلقین کی ہے، ان کی بے عملی کے سبب آج محراب و منبر ان سجدوں کو ترس رہے ہیں جن کے باعث زمین کانپ اُٹھتی تھی:

یہ حوریان فرنگی، دل و نظر کا حجاب
بہشت مغربیاں جلوہ ہائے پا بہ رکاب!
دل و نظر کا سفینہ سنبھال کر لے جا
مہ و ستارہ ہیں بحر وجود میں گرداب![5]

مغربی طرزِ آزادی کی مذمت

"ضربِ کلیم" میں اقبال نے عورت کا ایسا نقشہ پیش کیا ہے، جس سے اقبال کے عورت کے بارے میں اہم خیالات کی نشان دہی ہوتی ہے۔ اقبال اہلِ فرنگ کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور مغربی معاشرے کو فساد کی جڑ قرار دیتے ہیں۔ اہلِ دانش جو ہر وقت عورت کے حقوق کی بات کرنے اور اپنی سیاست چمکانے پر زور لگا دیتے ہیں جب کہ عورت کے بنیادی مسائل کی جانب کوئی توجہ نہیں دی جاتی عورت اور مرد دونوں کی خودی مردہ ہو چکی ہے۔ عورت کی آزادی، جو مغربی تہذیب کا شاخسانہ ہے اسی سے پاکیزہ امومت سے محرومی کا سلسلہ وابستہ ہے۔ یہ عورت پر اور تہذیبِ انسانی پر ایک انوکھا ستم ہے، جس نے عورت کو اس کے فطری جوہر اور عظمت سے محروم کرنے کی کوشش کی ہے۔ تحریکِ آزادیِ نسواں کے اس پہلو سے اقوامِ مشرق بھی متاثر ہوئے بغیر

---

[4] اقبال، ،بانگِ درا، " فاطمہ بنتِ عبد اللہ"۔

[5] علامہ محمد اقبال، بال جبریل، "حوریانِ فرنگی دل"۔

نہیں رہ سکی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال عورت کے مغربی طرزِ آزادی کو بھی مغربی استعمار کا شاخسانہ تصور کرتے ہیں۔[6]

اصلی شرافت و نجابت

انسانیت کو پروان چڑھانے میں عورت کا بنیادی کردار ہے، اگر عورت بچے پیدا کرنے چھوڑدے تو دنیا کا نظام منجمد ہو جائے گا۔ جتنے بھی دانش وراس دنیا میں آئے انھوں نے عورت کے بطن سے ہی جنم لیا اور عورت ہی نے اس کو ثُریا تک پہنچنے میں مدد فراہم کی۔ عورت ہی نے اس تہذیب کو اپنے سینے سے لگائے رکھا اور اس کو ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل کر دیا:

ہزار بار حکیموں نے اس کو سلجھایا
مگر یہ مسئلہ رہا وہیں کا وہیں
قصور زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں
گواہ اس کی شرافت پہ ہیں مہ و پرویں
فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور
کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں[7]

آزادیِ نسواں کا دائرہ

اقبال عورت کو ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کے روپ میں دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ اقبال عورت کی تعلیم کے حق میں اس امر کی نشان دہی کرتے ہیں کہ اس کے باطن کی اصلاح اسلامی اور مذہبی بنیادوں پر کی جائے تاکہ آنے والی نسل کی تربیت ایک شاہین کے روپ میں ہو۔ اقبال عورت کی موجودگی کو اس کائنات کی رنگینی قرار دیتے ہیں اور عورت ایک ایسا ساز ہے جس سے مختلف قسم کے نغمے نکلتے ہیں جو زندگی کو دلفریب بنادیتے ہیں۔ عورت ہی وہ صدف ہے جس سے ایسے موتی نکلتے ہیں جو دنیا کو روشن کر دیتے ہیں اور لوگ اس روشنی کو سہارا بنالیتے ہیں۔ اقبال آزادی نسواں کے قائل ہیں مگر اس کی آزادی چار دیواری تک محدود ہونی چاہیے، اگر اس کی آزادی چاردیواری سے باہر نکل جائے تو معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ عورت جس آزادی کی خواہش کا اظہار کرتی ہے اس نے یورپ کی بنیادیں کھوکھلی کر دی ہیں۔ عورت کی آزادی مشرقی ہونی چاہیے نہ کہ مغربی۔ اقبال ضرب کلیم میں عورت کی اس آزادی کے بارے میں لکھتے ہیں:

کوئی پوچھے حکیم یورپ سے
ہندویوناں ہیں جس کے حلقہ بگوش
کیا یہی ہے معاشرت کا کمال
مرد بیکار وزن تہی آغوش[8]

مرد کی قوامیت

---

[6] ڈاکٹر محمد آصف، اسلامی و مغربی تہذیب کی کشمکش: فکرِ اقبال کے تناظر میں، 511۔

[7] علامہ محمد اقبال، ضربِ کلیم، "مرد فرنگ"۔

[8] اقبال، ضربِ کلیم، "ایک سوال"۔

عورت کی حفاظت کی ذمہ داری اس معاشرے نے مرد کو دی ہے اور وہ اس کو بہتر انداز میں سر انجام دے سکتا ہے عورت مرد کی بغیر نامکمل ہے اس کے عورت پن کا اگر کوئی صحیح معنوں میں محافظ ہے تو وہ مرد ہی ہے۔ عورت کے اندر جو اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی لذت یعنی اولاد پیدا کرنے کی ایک قدرتی صلاحیت رکھی ہوئی ہے، وہ ایک ایسی آگ ہے جس سے زندگی کے بھید کھُلتے ہیں۔ یہی وہ آگ ہے جس سے اس دنیا میں ہستی و نیستی کی جنگ ہو رہی ہے، یعنی کوئی پیدا ہو رہا ہے اور کوئی مر رہا ہے۔ اگر یہ جنگ نہ ہو تو اس دنیا کا وجود ہی ختم ہو جائے، جب کہ یورپ کی تعلیم حاصل کرنے والی عورتیں ماں اور مرد باپ بننے کو پسند نہیں کرتے۔ دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اولاد پیدا کرنے سے ہمارے حسن میں کمی ہو جائے گی در اصل یہ تعلیم ہی اس تہذیب کی تباہی کا سبب ہے:

اک زندہ حقیقت مرے سینے میں ہے مستور
کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لہُو سرد
نے پردہ، نہ تعلیم، نئی ہو کہ پُرانی
نِسوانیّتِ زن کا نگہباں ہے فقط مرد
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا
اُس قوم کا خورشید بہت جلد ہُوا زرد

اقبال آزادی نسواں کے قائل ہیں وہ عورت کو اُن حدود و قیود کا پابند کرنا چاہتے ہیں جن سے اس معاشرے میں بگاڑ پیدا نہ ہو۔ موجودہ تہذیب کے فرزند جو یورپ کو اپنا پسندیدہ سمجھتے ہیں پہلے ہی میرے خلاف ہیں اور مغربی تہذیب کے خلاف فیصلوں سے مجھے اپنے زیرِ عتاب رکھے ہوئے ہیں وہ مجھ سے اور ناراض ہو جائیں گے۔ عقل مند لوگ جو آزادیِ نسواں کے مسئلے پر صحیح فیصلہ دے سکتے ہیں حالات کی مجبوری اور معذوری کے تحت خاموش ہیں، کیونکہ موجودہ حالات میں عورت کی بے لگام آزادی اتنی عام ہو چکی ہے کہ اگر کوئی اس کو روکنے کی کوشش کرے گا تو عورتوں اور عورتوں کی آزادی کے علمبرداروں کے زیرِ عتاب آجائے گا۔ میں اس فیصلے کو عورت پر ہی چھوڑتا ہوں جو آج کل اپنے آپ کو دانا سمجھتی ہے کہ اس راز کو اپنی دانائی سے ظاہر کر دے کہ وہ مرد کو اپنا محافظ سمجھتی ہے کہ نہیں۔ گھر کی چاردیواری میں اس نے تیرے گلے میں موتیوں کے ہار اس وجہ سے تو نہیں ڈالے کہ تو اپنی مرضی سے فطرت کے قوانین کو توڑ ڈال اور اپنی مرضی سے شوہر بدلتی رہ:

اس راز کو عورت کی بصیرت ہی کرے فاش
مجبور ہیں، معذور ہیں، مردانِ خردمند
کیا چیز ہے آرائش و قیمت میں زیادہ
آزادیِ نسواں کہ زمرد کا گلوبند[9]

مشرقی عورت کا اکرام

اہلِ مغرب کی تہذیب کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس تہذیب نے عورتوں کو یہ سکھایا ہے کہ تم ماں نہ بننا اور بچے

---

[9] اقبال، ضربِ کلیم، "آزادیِ نسواں"۔

پیدا نہ کرنا۔ اقبال اس تہذیب کو فساد کی جڑ قرار دیتے ہیں۔ اولاد اگر والدین کا ادب و احترام نہیں کرتی تو اس میں اولاد کا کوئی قصور نہیں۔ اولاد کی تربیت کی اولین درس گاہ ماں ہی ہے، جب وہ بچے کو پیدا کرتی ہے تو وقت ہی سے اس کے حقوق کی پامالی شروع ہو جاتی ہے۔ والدین اپنے بچوں سے ایسی توقعات وابستہ کیے ہوتے ہیں جو اسلامی اقدار کے مطابق ہوتی ہیں، جب کہ ان کی تربیت کا وہ اسلامی ماحول اُن کو میسر نہیں کیا جاتا، جس سے ان کی تربیت کی جا سکے۔ اسلامی معاشرہ ہونے کے باوجود ان بنیادی خدوخال کی جانب توجہ دینی ہو گی۔ اس خوف سے کہ ہماری اولاد ہمارے کام نہ آئے گی یورپ میں خواتین بچے پیدا نہیں کرتیں۔ اگر عورتیں بچے پیدا نہیں کریں گی تو یہ تہذیب اپنی موت آپ مر جائے گی۔ انسان اس دنیا سے نیست و نابود ہو جائے گا اور کائنات جمود کا شکار ہو جائے گی۔ اس حوالے سے علامہ اقبال اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

> 'میں اس بات پر حیران ہوں کہ صنفِ نازک کو مغرب میں جو خاص امتیاز حاصل تھا وہ بتدریج کم ہو رہا ہے۔ اب مرد اپنی اپنی نشستوں کو مستورات کی خاطر خالی نہیں کرتے اور کبھی کرتے بھی ہیں تو بہت کم۔ موٹرکاروں سے اترتے وقت انھیں اِس بات کا خیال نہیں آتا کہ مستورات پہلے اُتریں اور مرد بعد میں، مردوں کا یہ طرزِ عمل میرے نزدیک قابل مذمت نہیں اس لیے کہ یہ عورتوں کا خود پیدا کردہ ہے۔ انھیں کامل آزادی اور مردوں کے ساتھ مساوات کا جنون لاحق ہو گیا ہے۔ اس لیے جو تبدیلی بھی پیدا ہوئی ہے، وہ حالاتِ گرد و پیش کا لازمی نتیجہ ہے، جس سے مفر کی صورت قطعاً نظر نہیں آتی... لیکن بمقابلہ اس کے مشرقی یا اسلامی خواتین کو سابقہ اعزاز و احترام بدستور موجود ہے۔[10]

اقبال نے ایسی عورت پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان میں نورِ جان کی کمی ہے اور ان کی آنکھیں بے نم اور سرور آرزو سے یکسر محروم ہیں اور ان کے سینے میں خوانی کا خوس نہیں، وہ عشق اور آئین عشق سے ناواقف ہے اور اس کی لذتوں سے بے خبر ہے، وہ ایسی چڑیا ہے جسے عشق کا شاہین رد کر چکا ہے۔ اقبال کے نزدیک عورت کی زندگی کا مقصود نسلِ انسانی کی بقا ہے۔ اس کے تمام قویٰ اسی مقصد کو پورا کرنے کی غرض سے بنائے گئے ہیں۔ اس عظیم مقصد کے اگے دوسرے مقاصد ہیچ معلوم ہوتے ہیں:

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اس علم کو اربابِ نظر موت
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسہِ زن
ہے عشق و محبت کے لیے علم و ہنر موت

ماں سے عقیدت

اپنی نظم "والدہ مرحومہ کی یاد میں" اقبال ایک ماں پر اپنی عقیدت اور محبت کے موتی نچھاور کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس نظم کی حیثیت مرثیے کی سی ہے۔ اس کو اقبال نے اپنی والدہ کی وفات پر تحریر کیا۔ اس میں انھوں نے جابجا اپنے نظریات فلسفیانہ رنگ میں پیش کیے ہیں۔ یہ نظم تیرہ بند اور چھیاسی اشعار پر مشتمل ہے اور یہ علامہ کی طویل نظموں میں سے ایک ہے۔ اس میں انھوں نے ایک مثالی ماں کا نقشہ خوب صورت انداز میں پیش کیا ہے۔ دنیا فانی ہے مگر جب بھی میں اپنی ماں کی تصویر پر نظر ڈالتا ہوں تو

[10] ڈاکٹر، سلیم اختر، علامہ اقبال: حیات، فکر و فن، 88۔

مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ مجھ کو رونے پر مجبور کر رہی ہے اور یہ کیفیت میری دانش وری کو بھی مات دے دیتی ہے اور یہ کیفیت میرے ذہن کے ایسے دریچوں کو وا کرتی ہے جن پر ظاہری زندگی میں دسترس حاصل کرنا ناممکن ہے۔ جب میں اپنی ماں کے غم میں روتا ہوں تو میرا دل مزید صاف اور شفاف ہو جاتا ہے۔ اقبال اپنی ساری شاعری کو اسی محبت کا ثمر قرار دیتے ہیں۔ بچہ بڑا ہو کر چاہے جس مقام پر بھی پہنچ جائے ماں کی نظر میں وہ بچہ ہی رہتا ہے۔ ماں کی محبت انسان کو تمام دنیاوی غموں سے نجات دلا دیتی ہے۔ ماں کائنات کے نظام میں جس روپ میں بھی آئے اس کا انداز، مقام اور محبت ہمیشہ جداگانہ ہوتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ والدہ کی وفات کے بعد گھر ماتم کدہ معلوم ہوتا ہے جب ماں زندہ و سلامت تھی تو میری زندگی کا سوز سلامت تھا۔ اب تو سانسوں کا تسلسل بھی باقی نہیں رہا۔ ماں کے اندر رب نے ممتا کا وہ جذبہ بھر دیا ہے جو چھپانے سے بھی نہیں چھپتا۔ اقبال کہتے ہیں کہ وہ کیا جذبہ تھا جب کافی دنوں سے گھر جاتا تو رات گئے تک ماں کے ساتھ باتیں کرتے رہنا اور اس کا اور اس کا کہنا کے میرا "بالی" آ گیا ہے۔ جب گھر سے رخصت ہونا اور ماں کا ساتھ چلنا اور دور تک دروازے پر کھڑے ہو کر دیکھتے رہنا دنیا کی کسی ہستی میں یہ جذبہ موجود نہیں ہے۔ آخر میں اقبال اس عظیم ہستی کو اپنے رب کے حضور میں پیش کر دیتے ہیں اور التجا کرتے ہیں کہ آسمان ہی تیری قبر اپنی رحمت نچھاور کرے:

کس کو اب ہو گا وطن میں آہ میرا انتظار؟
کون میرا خط نہ آنے سے رہے گا بے قرار؟
خاکِ مرقد پر تیری لے کر یہ فریاد آؤں گا
اب دعائے نیم شب میں کس کو میں یاد آؤں گا؟
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے[11]

باغیانہ فکری روش پر دادِ تحسین

اقبال کے ہاں عورت کے حوالے سے یہ دل چسپ چیز بھی ملتی ہے کہ انھوں نے اس کی باغیانہ فکری روش پر بھی اسے دادِ تحسین دی ہے۔ "جاوید نامہ" میں عورت کو فکر اور سوچ کے لحاظ سے منصور حلاج اور غالب کے ہم پلہ کھڑا کر دیتے ہیں۔ جاوید نامہ اقبال کی فارسی زبان میں زندہ و جاوید تصنیف ہے۔ یہ کتاب ان کا شعری شاہکار ہی نہیں بلکہ ان کے افکار کا بھی حسین ترین مرقع ہے، جس میں وہ اپنی سیاحتِ عالمِ علوی یعنی خیالی معراج کے ضمن میں زندگی، انسان، کائنات اور خدا کے بارے میں اپنے افکار اور حقایق و معارف بیان کرتے ہیں۔ اس میں اقبال اپنے روحانی مرشد مولانا روم کی رہنمائی میں آسمان کی سیر کو روانہ ہو جاتے ہیں، دونوں مسافر چاند، عطارد، زہرہ، مشتری، مریخ اور زحل سیاروں کی سیر کرتے ہیں۔ وہاں مشاہیر کی ارواح سے مل کر مسائلِ حیات پر بحث کرتے ہیں۔ انسان، کائنات، خدا، زمان و مکاں، تقدیر و توکل، دین و وطن، اشتراکیت و سرمایہ داری، ملوکیت و جمہوریت، معیشت و معاشرت، غرض زندگی کے متعلق ہر بنیادی مسئلہ زیرِ بحث آتا ہے اور ایسے دقیق و لطاف حقائق و معارف اور حکیمانہ نکتے بیان کیے جاتے ہیں جو زندگی آموز بھی ہیں اور زندگی آمیز بھی اور دلنشیں بھی۔ فلک مشتری پر علامہ

---

[11] علامہ اقبال، بانگِ درا، "مرحومہ کی یاد میں"۔

اقبال کی ملاقات حسین بن منصور حلاج اور مرزا اسد اللہ غالب اور قراۃُ العینِ طاہرہ جو کہ ایران کی شاعرہ اور خطابت میں ماہر تصور کی جانے والی خاتون تھیں، سے ہوتی ہے۔اس زمانے میں محمد علی شیرازی نے اپنے "باب اللہ" یا نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ قراۃُالعین طاہرہ نے اس کی حمایت کی جس کے بدلے اس کو موت کی وادی میں دھکیل دیا گیا۔اقبال اس کی ثابت قدمی کے معترف ٹھہرتے ہوئے اس کو غالب اور حلاج کی روحوں میں شمار کرتے ہیں۔انھوں نے بہشت کی زندگی کو ٹھکرادیا اور مسلسل وجاوداں کی طرف راغب رہیں ان میں باغیانہ روش قائم رہی۔اقبال اُمتِ مسلمہ کو تلقین کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قراۃُالعین طاہرہ نے مذہب کو خیر باد کہ کر نیا مذہب اختیار کر لیا جس کی پاداش میں اس کو طرح طرح کی اذیت سہنا پڑی مگر اس نے اپنے آپ کو اس معاشرے کے اگے جھکنا پسند نہیں کیا۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے سچے مذہب پر اسی طرح پختہ مزاجی کا مظاہرہ کریں جس طرح اس عورت نے عشق میں آکر اپنی زندگی فنا کر دی اور ہمیشہ کے لیے زندہ وجاوید ہو گئی۔عشق تمام پردے پھاڑ دیتاہے اور اس کے تماشا سے قدامت پرستی کا خاتمہ کر دیتا ہے:

سوز و سازِ عاشقاں دردمند
شورہائے تازہ در جانم فگند
مشکلاتِ کہنہ سر بیروں زوند
باز بر اندیشہ ام شبخوں زوند!(۱۴)[12]

پاکبازی سے تاثر

علامہ اقبال نے خواتین کی اس زندگی کو پسند کیا ہے جو عجز وانکسار اور اپنے رب کے حضور نیاز مندی میں گذری ہو۔ اس کی وضاحت میں اقبال "قصرِ شرف النسا" کا ذکر کرتے ہیں۔ شرف النسا مغلیہ دور میں پنجاب کے حاکم نواب عبدلصمد خان کی بیٹی تھیں۔ انھوں نے ساری زندگی شادی نہیں کی وہ ہمیشہ قرآن پاک کی تلاوت کرتی رہتی تھیں اور اپنے ساتھ تلوار بھی رکھتی تھیں۔اس کا مقبرہ آج بھی شالیمار باغ میں مغلوں کے قبرستان میں موجود ہے، جس کو "سرووالا مقبرہ" کہا جاتا ہے۔اقبال اپنے تخیل کی نظر سے اس کے مقبرے پر فرشتوں کو حاضری دیتے دیکھتے ہیں اور اپنے مرشد سے سوال کرتے ہیں کی یہ کس کا مزار ہے، مرشد نے کہا کہ یہ اس بی بی کا مزار ہے، جس نے ساری زندگی کسی غیر محرم کو نہیں دیکھا اسی وجہ سے اس کی قبر پر فرشتے حاضری دیتے ہوئے نظر آتے ہیں:

دل بآں حرفے کہ می گویم بنہ
قبر من بے گنبد و قندیل بہ!
مومناں را تیغ با قرآں بس است
تربت ما را ہمیں ساماں بس است![13]

حضرت فاطمہ بہ طور رول ماڈل

[12] علامہ محمد اقبال، جاوید نامہ، "نوائے طاہرہ"۔
[13] اقبال، جاوید نامہ، "قصرِ شرف النسا"۔

"رموزِ بے خودی" میں خواتین کے لیے حضرت فاطمہؓ کو ایک رول ماڈل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ 1918ء میں مثنوی اسرارِ خودی کا دوسرا حصہ "رموزِ بے خودی" کے نام سے شائع ہوا۔ اسرارِ خودی کے برعکس اس میں افراد کو خودی مٹا دینے کا درس نہیں دیا گیا بلکہ کہا گیا ہے کہ افراد اپنی خودی کی تکمیل کے بعد وسیع تر ملت کے استحکام کے لیے اپنی خودی کو ملت کی خودی میں ضم کر دیں۔ اس مثنوی میں اقبال نے کہا ہے کہ حضرت مریمؑ کو رب نے جو فضیلت عطا کی ہے، وہ حضرت عیسیٰؑ کی والدہ ہونے کی وجہ سے عطا کی ہے، جب کہ حضرت فاطمہؓ کو ربِ کائنات نے تین واسطوں سے عزت عطا کی ہے۔ پہلی فضیلت کہ وہ حضرت محمد ﷺ کی لختِ جگر تھیں، جب کہ دوسری فضیلت وہ حضرت علیؓ کو زوجہ محترمہ تھیں، اور آخری فضیلت وہ نواسۂ رسولؐ کی والدہ ماجدہ تھیں، جن کی وجہ سے مسلمانوں کو آزادی سے کلمہ پڑھنا نصیب ہوا۔ پاک زہراؓ نے اپنی خواہشات کو اپنے شوہر کی رضا پر قربان کر دیا۔ ان کی تربیت کے اثرات نواسہ رسولؐ کی زندگی میں نمایاں طور پر دیکھے جا سکتے ہیں، جنھوں نے اپنا سارا گھرانہ ربِ کائنات کی رضا پر قربان کر دیا اور یزید کے ہاتھ پر بیعت نہ کی۔ اسلام میں ایسی بے مثال مذہبی اور روحانی خاتون شخصیات موجود ہیں، جن سے عملی زندگی کے لیے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ انھوں نے ایک جگہ کہا:

> مسلمان عورتوں کے لیے بہترین اسوہ حضرت فاطمہ الزہرہ ہیں۔ کامل عورت بننا ہو تو آپ کو فاطمہ الزہرا کی زندگی پر غور کرنا چاہیے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی سعی کرنی چاہیے۔ عورت کو اپنی انتہائی عظمت تک پہنچنے کے لیے حضرت فاطمہ کا نمونہ بہترین نمونہ ہے۔ میں ان خیالات کا اظہار "رموزِ بے خودی" میں کر چکا ہوں۔ حضرت زہرا کی عظمت بیان کرنے کے لیے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ وہ حسین کی ماں تھیں۔[14]

خواتین کا اسلام میں مقام کیا ہے؟ اس موضوع پر بہت کچھ تحریر کیا جا چکا ہے۔ کیا مرد اور خواتین اللہ کی نظر میں مساوی ہیں؟ کیا معاشرے میں ان دونوں کا مرتبہ یکساں ہے؟ کیا ان میں کوئی بنیادی فرق موجود ہے؟ اور کیا مرد کو عورت پر اختیارات کی بالا دستی حاصل ہے؟ وغیرہ وغیرہ ایسے سوالات ہیں جو برابر پوچھے جاتے ہیں۔ خواتین کے مقام کی مسلم معاشرے میں تعریف واضح نہیں کی گئی اور ان کے درمیان میں فرق کو نمایاں طور پر بیان نہیں کیا گیا۔ مختلف مسلم ممالک میں اس میں واضح فرق نظر آتا ہے۔ ماضی قریب میں انفرمیشن ٹیکنالوجی کے پھیلاؤ کی وجہ سے اسلام میں مرد اور عورت کے مقام اور مغربی تصورِ مساوات پر مباحثہ بہت زور پکڑ گئے ہیں۔ یہ واضح ہے کہ حقوق نسواں سماجی اور تہذیبی برتاؤ کے حوالے سے روایتی انداز سے ہی بیان کیے گئے ہیں نہ کہ ملک کے قانون اور مذہبی حوالے سے۔ اقبال نے امتِ مسلمہ کو یہ درس دیا کہ کبھی بھی اپنے ضمیر کا سودا نہ کرنا۔ واقعہ کربلا ہمیشہ اپنے رب کے احکام بجا لانے اور اس کی خوشنودی حاصل کرتے رہنے کا درس دیتا ہے۔ اقبال ان تمام محرکات کا سبب حضرت فاطمہؓ کو قرار دیتے ہیں۔ کہتے ہیں اے مسلمان خاتون! تجھی سے امید ہے کہ اس فتنہ انگیز دور میں ہماری نسل کی آبیاری کرے گی اور تو ہماری ملت کی نئی نسل کی وارث ہے۔ اس چمن میں جو بچہ بھی پیدا ہو اس کی تربیت حضرت فاطمہ کی تربیت جیسی کرتا کہ اس ویران گلشن میں پھر سے وہ عظمت کے دن لوٹ آئیں۔ اس کام کے لیے ایک حسین کی ضرورت ہے اور وہ اس دھرتی کی مائیں ہی مہیا کر سکتی ہیں:

---

[14] سید عبد الواحد معینی، مقالاتِ اقبال، 327-328۔

فطرت تو جذبہ ہا وارد آورد
چشم ہوش از اسوہ زہرؓ امبند
تا حسینےؓ شاخِ تو بار آورد
موسم پیشیں بگلزار آورد[15]

خلاصۂ بحث

اقبال کے کلام کا جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اس میں مشرقی و اسلامی روایات کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہیں۔ عورت کے ضمن میں بھی اقبال کے تمام نظریات کی بنیاد مشرقی روایات اور اسلامی تعلیمات ہیں۔ وہ عورت کے بارے میں وہی کچھ کہتے نظر آتے ہیں، جس کی تعلیم اسلام نے دی ہے۔ اقبال نے اپنی شاعری میں عورت کا مختلف انداز میں بار بار ذکر کیا ہے۔ وہ عورت کا ذکر نہایت عزت واحترام کے ساتھ کرتے ہیں۔ وہ اس کا ذکر کبھی ماں کی شکل میں کرتے ہیں تو کبھی محبوبہ کی شکل میں؛ کبھی عورت کی جفاکشی اور دلیری پر اسے دادِ تحسین دیتے ہیں تو کبھی اس کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ مشرقی روایات کی حامل عورت اقبال کے نزدیک وہ ہے جو اعلیٰ معاشرتی و سماجی اقدار، بلند اخلاق اور مذہبی روایات کی امین ہے۔ وہ مسلمان عورت کو مغربی عورت کی پیروی سے منع کرتے ہیں؛ وہ اسے ماضی کی عظیم مسلم خواتین کی پیروکار دیکھنا چاہتے ہیں؛ ان کی خواہش ہے کہ آج کی مسلمان عورت کا کردار حضرت فاطمہ جیسا ہو جائے، تا کہ اس کے بطن سے حسین جیسے عظیم کردار پیدا ہوں۔

---

[15] علامہ محمد اقبال، رموزِ بے خودی، "خطاب بہ مخدرات اسلام"۔